کے نظریات کو بنیاد بنایا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ پاکستان کے جغرافیے میں پاکستانی قومیت کی نظریہ سازی بہت اہم ہے۔ اس سلسلے میں تحقیق کا قلم آگے بڑھنا چاہیے اور اس کی ثقافتی اور تہذیبی بنیادوں پر مزید کام ہونا چاہیے۔

زیرِ نظر کتاب میں علمی تحقیق کے اصولوں کو مدنظر رکھا گیا ہے اور کوئی بھی دعویٰ بغیر حوالے کے موجود نہیں ہے۔ مصنف نے منطقی اور تحقیقی طریق کو اپنایا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کتاب کی زبان ادبی اور قابلِ مطالعہ ہے۔

کتاب: Terror in the Name of God
Why Religious Militants Kill

مصنف: جیسکا سٹرن

صفحات: ۳۶۹

قیمت: ۹۵ء۲۷ امریکی ڈالر

ناشر: ہارپر کالنز، نیویارک

تبصرہ نگار: امجد علی شاکر

''اعلیٰ تخلیقی ذہن سے بدی کا مقابلہ اس امر کا متقاضی ہے کہ ہم بدی کے علمبرداروں سے صرف اپنا فاصلہ بڑھانے پر اکتفانہ کر بیٹھیں۔ اس سے متعلق لکھتے ہوئے مصنف کو چاہیے کہ وہ ہر پہلو سے اور ہر جہت سے اس کا احاطہ کرے۔ ضروری نہیں کہ مصنف ان سے ہمدردی رکھے۔ محسوس یہ ہوتا ہے کہ امریکنوں کو اس بات کی تفہیم میں خاصی دقت محسوس ہو رہی ہے کہ کسی کو جاننے اور اس سے ہمدردی رکھنے میں آخر کیا فرق ہوتا ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جب بدی سے مقابلہ

درپیش ہو۔ اس صورتِ حالات میں بے خبری ہماری بدترین دشمن ٹھہرتی ہے۔''
(کیتھلن تورس)

''خدا کے نام پر دہشت'' کے نام سے لکھی گئی، اس کتاب کا آغاز مذکورہ قول سے ہوتا ہے۔ مصنفہ نے صرف اس قول پر اکتفا نہیں کیا، اس نے ہمدردی اور تفہیم میں تفریق کی ہے اور خدا کے نام پر دہشت کا تاریخی اور نفسیاتی پس منظر کا سراغ لگایا ہے۔ اس نے نہ تو اس عمل کی تائید کی ہے، نہ جواز تلاش کیا ہے، صرف اس کا پس منظر ڈھونڈا ہے اور خاصی مشکل سے ڈھونڈ نکالا ہے، کیونکہ یہ ایک پیچیدہ اور مشکل تاریخی مظہر ہے۔ یہ مطالعہ اپنی ایک خاص انفرادیت رکھتا ہے کیونکہ مشرق خصوصاً اسلامی دُنیا کے پاس وہ جرأت نہیں کہ اسی مظہر کا معروضی جائزہ پیش کر سکے، مغرب کے پاس وہ دانش نہیں کہ اس مظہر کو صحیح معنوں میں سمجھ سکے۔

جیسکا سٹرن ہارورڈ میں پڑھاتی ہیں۔ ان کی یہ کتاب ممکن ہے اپنے قارئینؔ کو علم کی تشکیلِ نو میں مدد فراہم کر سکے۔ مشرق و مغرب کے وہ قارئین جو پہلے سے دو حصوں میں تقسیم ہیں، ممکن ہے یہ قارئین دہشت گردی کے اس مظہر کو سمجھنے کے قابل ہو سکیں۔ دہشت گردی کبھی نہ کبھی عیسائی، یہودی، ہندو اور مسلم معاشروں کا حصہ رہی ہے یا اب معاشروں کا حصہ ہے۔ یہ عمل انفرادی سطح پر بھی رہا ہے اور اجتماعی سطح پر بھی حتیٰ کہ ریاست کی سطح پر بھی۔ مصنفہ نے دہشت گردی کی ان تمام صورتوں کو سمجھنے اور پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ دہشت گردی کو دُنیا بھر میں برائی سمجھا جاتا ہے، مگر دہشت گردی کے مرتکب لوگ اسے ایک اور مفہوم دیتے ہیں۔ مصنفہ کے نزدیک یہ نفسیاتی اور رومانی طور پر ایک جدوجہد ہے۔ یہ لوگ اپنے طور پر دُنیا کی تطہیر کرنا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں کے دُکھ جو اس جنگِ مقدس پر اُبھارتے ہیں، ان میں بیگانگی، ہتک، تاریخ اور علاقے کے مسائل ہیں۔ مصنفہ نے تاریخ کے حوالے سے عیسائی صلیبی جنگوں کے علاوہ یہودی اور ہندوؤں کی جنگوں کا حوالہ بھی دیا ہے۔

دہشت گرد مذہبی جذبے کو جنگی ہتھیار میں منتقل کر دیتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ

ایک تہذیبی اور سیاسی جنگ میں مصروف ہے۔ جنگ دراصل طاقت یا سیاسی غلبے کے لیے ہو رہی ہے۔ کشمیر اور فلسطین صاف سیدھے معاملات ہیں جن میں مسئلہ دہشت کا نہیں سیاسی آزادی یا سیاسی غلبے سے نجات کا ہے۔

کتاب میں بہت سے جہادی رہنماؤں کے انٹرویو (مباحثے) بھی شامل ہیں۔ انہیں کتاب میں اچھی خاصی جگہ دی گئی ہے۔ یہ لوگ لشکرِ طیبہ، جیشِ محمد اور حزب المجاہدین سے تعلق رکھتے ہیں۔ کتاب میں ایک بے آسرا نوجوان کی زندگی کی کشمکش بھی دکھائی گئی ہے جس کی غربت نے اسے اسلام کا سپاہی بنا دیا۔ اب وہ ایک مذہبی نشان بھی رکھتا تھا، ایک ذاتی شناخت بھی جس پر وہ فخر کر سکتا تھا، مگر وہ صرف نچلی سطح کا سپاہی رہا۔

خدا کے نام پر دہشت ہر مذہب کے ماننے والوں میں کسی نہ کسی عہد میں ضرور پیدا ہوئی۔ تاریخ میں جھانکیں تو مذہب نے اُس وقت دہشت کا سہارا لیا جب مذہب اور سیاست کا سمبندھ ہوا۔ جب مذہب کا مقصود و مطلوب سیاسی غلبہ اور سیاسی نظام کی تشکیل قرار پایا۔ یہودیت نے تختِ سلیمان کی آرزو میں دہشت کا فلسفہ تشکیل دیا۔ عیسائیت نے بھی چرچ کی بالادستی کے نظریے کے پیشِ نظر دہشت کا نظریہ اپنایا۔ ہندومت بھی اکھنڈ بھارت کی مذہبی فلاسفی کے پیشِ نظر دہشت سے ہم رشتہ ہوا۔ اسلام کی سیاسی تعبیر نے مسلمانوں کو دہشت کا راستہ دکھایا۔ اسلام کی سیاسی تعبیر سوویت یونین کے قیام کے بعد سامنے آئی اور اسے ایک نظریے کے طور پر پیش کرنے کی مہم چلی۔ اس کے ساتھ ہی اسلامی نظام کے قیام کا پروگرام اور مطالبہ سامنے آیا۔ آخر کار سوویت یونین سے ٹکراؤ اور پھر دہشت گردی کی منزل آ پہنچی۔ دہشت گردی کا بیج اسلام یا مسلمانوں میں موجود تھا یا یہ کچھ اسلام کی سیاسی تعبیر کا نتیجہ ہے۔

اس وقت مشرق و مغرب میں مسلمانوں کے حوالے سے بہت سے سوالات اُٹھائے جا رہے ہیں، مگر عجیب بات یہ ہے کہ یہ سوالات اہلِ مغرب اُٹھا رہے ہیں، یا وہ لوگ جو مسلمان نہیں ہیں۔ ان سوالوں کا جواب بھی مسلمان نہیں دیتے، وہی لوگ دے رہے ہیں جو یا تو اہلِ مغرب ہیں یا کم از کم مسلمان نہیں ہیں۔ یہ عجیب صورتِ حال ہے اور مسلمانوں کے لیے لمحۂ